بسم اللہ الرحمن الرحیم

لفظِ "یٰبُنَیَّ" کا صحیح اردو ترجمہ اور میرا ایک کھلا خط

بنام:

مولانا تقی عثمانی صاحب، جناب جاوید احمد غامدی صاحب و پروفیسر طاہر القادری صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج بخیر!۔۔۔۔

پسِ منظر

8 ستمبر 2024ء کو قرآنِ مجید کے کسی مترجم نسخہ پر سورہ یوسف کی تلاوت کر رہا تھا کہ اچانک ترجمہ پر نگاہ جا پڑی۔ "یٰبُنَیَّ" کے تحت لکھا ہوا تھا: "اے میرے بچے!" محسوس ہوا کہ یہ بہت واضح غلطی ہے۔ عربی کی ہلکی سی شد بد رکھنے والے بھی جانتے ہیں کہ "یٰبُنَیَّ" میں تصغیر ہے اور اس کا ترجمہ "اے میرے پیارے بچے" یا "اے میرے چھوٹے بچے" ہے، نہ کہ فقط "اے میرے بچے"۔ ظاہر ہے کہ تصغیر کے مفہوم کو ہم ترجمہ میں گول نہیں کر سکتے۔ مفسرین نے یہاں پر تصغیر کو کم سنی اور شفقت دونوں کے مفہوم میں لیا ہے۔ ٹائٹل کو دیکھا تو ترجمہ مولانا احمد رضا خان بریلوی کا تھا۔ یہ بات ایک علمی گفتگو کی حد تک حلقہء احباب کے سامنے رکھی تو بعضوں نے کچھ اور تراجم کی طرف بھی متوجہ کیا جن میں "یٰبُنَیَّ" کے تحت صرف "بیٹا!" لکھا ہوا تھا۔ یہ ترجمہ جن مترجمین نے کیا، ان میں شاہ عبد القادر، شیخ محمود الحسن، مولانا اشرف علی تھانوی اور سید مودودی کے علاوہ آپ تینوں کے نام بھی قابلِ ذکر ہیں، اس فرق کے ساتھ کہ ڈاکٹر طاہر القادری کے ترجمہ میں انٹرنیٹ پر بعض جگہ "بیٹا" کی جگہ "فرزند" لکھا ہوا دیکھنے کو ملا۔ محسوس ہوا کہ یہ ترجمہ مولانا بریلوی کے ترجمہ سے بھی زیادہ ادھورا، باعثِ اشکال اور غیر شافی و ناکافی ہے، سو اس پر اپنے اشکالات احباب کی مجلس میں بیان کیے تو محلِ اشکال گو وہ سب تراجم بنتے تھے، مگر خاص مولانا تقی عثمانی اور جناب جاوید احمد غامدی کی طرف سے ان کے معتقدین نے اس ادھورے ترجمہ کے حق و حمایت میں بہت سی دقت آفرینیاں کی گئیں۔ میرے اشکالات اور ان کی دقت آفرینیوں کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے۔ ضمناً بتاتا چلوں کہ بعض مترجمین (مثلاً شاہ رفیع الدین وغیرہ) کے ہاں تصغیر کی رعایت بھی موجود ہے کہ ان کے ہاں ترجمہ "اے میرے چھوٹے بیٹے" یا "اے میرے پیارے بیٹے" ہی کیا گیا ہے، گو یہاں "چھوٹے پن" کی بجائے شفقت پر زور دینا ہی قابلِ فہم ہے اور یہی ہم نے اپنے اساتذہ سے سنا۔

صحیح ترجمہ

اس ترجمہ پر میرے اشکال کا خلاصہ یہ ہے کہ "یٰبُنَیَّ" کی تصغیری نداء میں چار باتیں پائی جاتی ہیں اور چاروں ہی بامقصد ہیں۔ نمبر ایک: کلمہ ءنداء۔ کلمہ ءنداء کو ذکر کرنے سے بات میں زور پیدا ہوتا ہے اور تخاطب میں گرمجوشی پیدا ہوتی ہے۔ اگر اسے حذف کر دیا جائے تو نداء کا مفہوم باقی رہتا ہے، مگر دیگر پہلو فوت ہو جاتے ہیں۔ نمبر دو: رشتہ ءفرزندی کا اظہار، نمبر تین: تصغیری شفقت اور نمبر چار: یاءِ متکلم کی نسبت۔ یوں "یٰبُنَیَّ" "کا مکمل ترجمہ وہی ہو سکتا ہے جو یہاں پر ان چاروں معانی کو بیان کرے اور وہ ہے: "اے میرے پیارے بیٹے"۔ اس مکمل ترجمہ سے "یٰبُنَیَّ" کی پوری معنویت وافادیت اجاگر ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں "یٰبُنَیَّ" کے تصغیری مقامات جب جب پڑھائے تو یہی کہا کہ "اے میرے پیارے بچے" کے طویل تعبیری الفاظ محض یہ ہی نہیں بتارہے کہ متکلم نے کوئی بات کہی، بلکہ یہ الفاظ متکلم کی اداءِ شفیقانہ کو بھی واضح کررہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ شفقت بازو اور بغل میں دبانے کی صورت میں ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ چہرے کے شفیقانہ تاثرات یا لہجہ کے مٹھاس کی صورت یا سر پر ہاتھ رکھنے کی صورت میں ہو۔ محسوس کیا جائے تو ایک ایک لفظ اس منظر کشی پر دلالت سی کرتا ہے۔ جب تین باتیں حذف کر کے ان کی جگہ صرف "بیٹا" کہا جائے گا تو وہ ساری قرآنی منظر کشی کہاں باقی رہے گی۔

خاص نکتہ ءتصغیر کے حوالہ سے عرض کرتا چلوں کہ مولانا بریلوی کے ترجمہ "اے میرے بچے" میں پھر بھی تصغیری شفقت کی کچھ نہ کچھ دلالت موجود ہے کہ "چھوٹے بیٹے" کی جگہ "بچہ" کہہ دیا، مگر وہ ناکافی ہے، کیونکہ اس میں قرآن کی طرح تصغیری پہلو کی تصریح نہیں ہے۔ جبکہ صرف "بیٹا" کہہ دینے میں تو سرے سے ایسی کوئی بھی دلالت نہیں ہے۔ "بیٹا" دراصل "ابن" کا ترجمہ ہے اور یہ بھی شفقت ہی کا لفظ ہے، نہ کہ کوئی بے ہودہ لفظ۔ تاہم یہ "ابن" کی تصغیر کا ترجمہ نہیں۔ میرا سوال بہت سادہ ہے کہ "ابن" اور "بنی" کے ترجمہ میں کوئی تو فرق ہونا چاہیے؟ سورہ یوسف ہی میں "إن ابنك سرق" میں "ابن" کا معنیٰ "بیٹا" کیا جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر "بنی" کے ترجمہ میں بھی صرف "بیٹا" کہہ دیا جائے تو تصغیر کا ترجمہ تو نہ ہوا اور اگر قرآن میں ایسا کیا گیا تو ظاہر ہے کہ قرآن کے تصغیر کو اجاگر کرنے کا مقصد تو فوت ہو گیا۔

بے سروپا اعتراض

گزشتہ گفتگو پر بحث کرتے ہوئے بعضوں نے اصرار کیا کہ نہیں، "بیٹا" کے لفظ میں ہی تصغیر کی دلالت موجود ہے۔ دلیل اس کی یہ دی گئی کہ اردو خاص طور پر عثمانی صاحب کی مادری زبان ہے اور وہ ان پہلوؤں کو بخوبی جانتے ہیں۔ نیز یہ کہ شفقت کا مفہوم "بیٹا" کے لفظ میں ہی موجود ہے۔ عرض کیا کہ خطاء، سہو اور

تساہل انسان ہی سے ہوتے ہیں، نہ کہ فرشتوں سے۔ نیز اردو دانی کا کوئی خاص معیار رکھنے والوں کے ہاں اگر بالفرض "بیٹا" کے لفظ میں تصغیر کی کوئی مخفی دلالت موجود بھی ہے تو سوال یہ ہے کہ ان تراجم کو صرف مترجمین، ان کے عقیدت مندوں یا اردو دانی کا خاص معیار رکھنے والوں نے ہی نہیں پڑھنا کہ محض "بیٹا" کا لفظ پڑھنے پر ان پہ نادیدہ تصغیری معانی کا بھی الہام ونزول شروع ہو جائے، بلکہ انہوں نے بھی پڑھنا ہے جن کی قومی زبان اردو ہے اور مادری زبان کوئی اور۔ نیز قرآن جن نکات کو لفظوں میں واضح کر رہا ہے، نہ کہ اسرار ورموز کی شکل میں، ہم انہیں مضمر کیوں کرنا چاہتے ہیں؟ کیا مترجمین کا مقصد کا قرآن کو واضح کرنا ہے یا واضح شدہ بات میں بھی ابہام ڈالنا؟ چونکہ دوسرے فریق کی کلام میں شدت تھی، اس لیے لامحالہ جواب میں کچھ تندی پیدا ہو گئی۔

یک لفظی متبادل ضروری نہیں

بعض دوستوں نے کہا کہ "ابن" کی تصغیر کے لیے اردو محاورہ میں کوئی مناسب متبادل نہیں ہے، اس لیے ترجمہ میں "بیٹا" کہہ دیا گیا۔ عرض کیا کہ قرآن کے ہر لفظ کا یک لفظی متبادل اردو میں ملنا ضروری نہیں، تفسیری الفاظ کے ساتھ بھی معنویت کو اجاگر کیا جاتا ہے اور کیا جانا چاہیے۔ یک لفظی متبادل ڈھونڈنا کوئی شرعی فریضہ نہیں، البتہ قرآنی کلمات کا حق المقدور جامع ترجمہ کر کے ہی اسے ترجمہ کہنا انصاف کا تقاضا ہے۔ بعضوں نے کہا کہ "پیارے" کا لفظ یہاں معنویت کی حد تک تو صحیح ہے، مگر اردو محاورہ میں "اے میرے پیارے بیٹے" کہنا مروج نہیں۔ نیز یہ کہ شفقت کہنے کے انداز میں ہوتی ہے، نہ کہ الفاظ میں۔ عرض کیا کہ ہم معنویت ہی کی بات کر رہے ہیں، بامحاورہ ترجمہ میں بھی الفاظ کی مکمل ترجمانی ضروری ہوتی ہے۔ ترجمہ میں اگر ٹھیٹھ محاوراتی لفظ نہ مل سکیں تو اصل عبارت کی خوبیوں کو غیر محاوراتی الفاظ کے ساتھ بھی اجاگر کیا جاتا ہے، اس کے بغیر ترجمہ ناقص ہوتا ہے۔ اس کی مثالیں قرآن وغیر قرآن کے ہر مترجم کے ہاں مل جائیں گی۔

نداء اور اور امالہ کی نکتہ سازیاں

بعضوں نے کہا کہ باپ اگر بیٹے کے ساتھ شفقت بھرا تخاطب کرے گا تو عربی میں "یا بُنَیَّ" کہے گا اور اردو میں "بیٹا"، نیز یہ کہ "بیٹا" ابن کا نہیں، "بُنَیّ" کا ترجمہ ہے، دلیل یہ ہے کہ لفظ بیٹا (بمعنی ابن) جب منادی بنے تو امالے کے ساتھ آئے گا: "اے بیٹے!" اور جب یہ شفقت بھرے خطاب کے طور پر بمعنی "پیارا" ہو تو اس صورت میں اردو روز مرہ کے مطابق اس میں امالہ نہیں ہوتا اور محلِ تخاطب میں بھی یہ "بیٹا" ہی رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن اردو مترجمین نے "پیارا" جیسا اضافہ کیا ہے، انھوں نے امالہ کر کے "اے میرے پیارے بیٹے" کہا ہے۔ "فیروز اللغات" کا حوالہ لایا گیا کہ کسی اجنبی بچے کو بھی بمعنی "پیارے" کے "بیٹا" کہہ دیا جاتا ہے۔ بندہ نے جوابا لکھا کہ اجنبی بچے کو پیار سے "بیٹا" اردو میں ہی نہیں، بعض دیگر زبانوں میں بھی کہہ دیا جاتا ہے۔ نیز اردو میں اجنبی بیٹے کو "بیٹا" ہی

نہیں، "بیٹے" بھی کہہ دیا جاتا ہے۔ نیز یہ بات کسی لغوی مصدر میں شاید کہیں نہ لکھی ہو کہ عرب نداء کے وقت صرف مصغر کو ہی استعمال کرتے ہیں یا مصغر استعمال کر کے اس سے غیر مصغر کا معنی کشید کرتے ہیں۔ آخر مترجمین کے بشری تساہل کا امکان تسلیم کرنے میں کوئی حرج تو نہیں۔ ہماری رائے سے اختلاف کیا جا سکتا ہے، مگر کوئی دلیل یا بنیاد بھی تو ہو، یہ دقت آفرینیاں تو قطعاً غیر شافی ہیں۔

خود قرآن میں خطابِ جمع کی صورت میں غیر مصغر کے استعمال کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً سورہ یوسف ہی میں ہے: "یا بَنِيّ اذهبوا فتحسسوا ..."۔ اس کے اندر "ابن" (غیر مصغر) ہی کی جمع ہونے کی وجہ سے ترجمہ "بیٹو" کیا جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب "ابن" (غیر مصغر) کا استعمال حالتِ نداء میں بھی ثابت ہے، اور اس غیر مصغر کا ترجمہ نداء و غیر نداء دونوں حالتوں میں "بیٹا" کیا جا رہا ہے تو بصورتِ تصغیر "ابن" اور "بنی" کے ترجمہ میں کوئی فرق تو ہونا چاہیے۔ نیز لکھا کہ شاہ عبد القادر اور شیخ محمود الحسن دیوبندی کے ترجمہ میں "یا بنی" کے تحت "اے بیٹے" بغیر "پیارے" کے لکھا ہے اور امالے کے ساتھ لکھا ہے۔ اس پر تسلیم کیا گیا کہ یہ قضیہ واقعی حل طلب ہے، عرض کیا کہ ہماری نظر میں صرف ""بیٹے" (بہ امالہ) ہی نہیں، "بیٹا" (بدون امالہ) کا قضیہ بھی حل طلب ہی ہے۔ بعضوں نے کہا کہ "بیٹا" کی الف کو اگر کھینچ کر مد کے ساتھ کہا جائے تو اس سے تصغیری شفقت کا معنی پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ چند جھلکیاں ہیں ان دقت آفرینیوں کی جو سننی پڑیں اور زیادہ تر اس وجہ سے سننی پڑیں کہ مفتی تقی عثمانی یا جاوید احمد غامدی یا ڈاکٹر طاہر القادری نے اپنے ترجمہ میں "یا بنی" کا ترجمہ صرف "بیٹا" کیا ہے۔

مسئلہ ترجمانی کا ہے، اسرارِ اسلوب کا نہیں

بعض دوستوں نے کہا کہ تراجم سے مقصود مدعا کو واضح کرنا ہے اور آپ نے "یُبُنَیَّ" کے تحت جو چار باتیں ذکر کی ہیں، وہ دراصل اسلوبِ کلام کے اسرار ہیں۔ عرض کیا کہ قرآن کے تراجم ظاہر ہے کہ انسانی کاوش ہیں اور میں یہ نہیں کہہ رہا کہ ان میں قرآنی اسرار و رموز کو سمونا ممکن ہو سکتا ہے۔ یہاں پر "یا بنی" کے تحت جو چار باتیں ذکر کیں، وہ اسلوب و اسرار کی بحث نہیں، الفاظ کی صحیح ترجمانی کا مسئلہ ہیں۔ صحیح ترجمانی سے ہی صحیح مدعا چھوٹتا ہے اور پھر اسی کی اساس پر ہی سارے نکات بیان ہوتے ہیں۔ یہاں پر بات صرف اتنی ہو رہی ہے کہ بعض اوقات قرآن کے بنیادی مفاہیم کی صحیح ترجمانی کرنے میں بھی مترجمین سے تساہل ہو جاتا ہے اور اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ترجمے بشری کاوش ہیں۔ باقی یہاں پر خاص تصغیر کے حوالہ سے بات کرنے پر زیادہ فوکس کیا گیا ہے۔

علم الصرف میں تصغیر اور "چھوٹا"، "چھوٹی" کے رٹے

علم الصرف کے اندر ثلاثی سے لے کر رباعی تک، مجرد سے لے کر مزید وملحقات تک، صحیح سے لے کر مہموز و مضاعف و معتل تک، فاعل سے لے کر تفضیل تک نہ جانے کتنی صغیریوں کی کتنی کبیریوں میں تصغیر کے مذکر و مؤنث کے الگ الگ صیغے رٹنا اور ان کے ترجمہ میں "چھوٹا" و "چھوٹی" کا تکرار کرنا اگر قرآن فہمی کے لیے ہے تو پھر قرآن میں تو بطریق اولیٰ اس کا اہتمام کرنا چاہیے۔ کیا "ضویرب" کے ترجمہ میں "چھوٹا مارنے والا" کہنا اور اس کا رٹا لگانا اردو محاورہ کے عین مطابق ہے؟ اگر نہیں اور اس کا کوئی اچھا اردو متبادل بھی میسر نہیں تو پھر اس میں بھی "چھوٹا" نکال کر اسے "ضارب" کے معنی میں کر دینا چاہیے؟ اردو محاورہ زیادہ اہم نہیں، لفظ کی صحیح ترجمانی زیادہ اہم ہے۔ غیر محاوراتی تعبیریں قرآن و غیر قرآن کے ہر ترجمہ میں مل جائیں گی، حتیٰ کہ جو محاوراتی زبان کا بہت اہتمام کرتے ہیں، ان کے ترجمہ میں بھی بکثرت مل جائیں گی۔ ترجمہ میں اگر یہ نظر آئے کہ وہ "اصل" کی بجائے ترجمہ ہے تو یہ کوئی عیب کی بات نہیں، ہاں معنی و مفہوم پر ترجمہ کا مکمل و سلیس دلالت کرنا ضروری ہے۔ اردو محاورہ کے چکر میں عربی متن کا خون کر دینا درست نہیں۔ سوال بہت سادہ ہے کہ "ابن" اور "بنی" کے ترجمہ میں کیا فرق ہے؟ ایک مصغر ہے اور ایک غیر مصغر۔ اگر ترجمہ میں فرق نہیں تو پھر گردانوں میں بھی چھوٹا چھوٹی کے رٹے لگانا اور تصغیر کے اغراض پڑھانا بھی کیا مفہوم رکھتا ہے؟ "بنی" کے ترجمہ میں "چھوٹا" یا "پیارا" کہنا ضروری نہیں، کوئی بہتر متبادل بھی ذکر کیا جاسکتا ہے جو مطلوب پر دلالت کرے۔ "بیٹا" کے لفظ میں شفقت مسلم، مگر یہ تصغیر کی معنویت پر دال نہیں۔

باعثِ تحریر اور خلاصہ ءِ کلام

بعض دوستوں کا اصرار تھا کہ مترجمین میں سے جو زندہ ہیں، ان سے باقاعدہ رابطہ کر کے بات کی جائے، سو یہ رابطہ اسی سلسلہ میں ہے۔ پوچھنا یہ ہے کہ آپ کے خیال میں بھی کیا یہاں پر "بیٹا" کے لفظ میں کچھ ایسی ہی دقت آفرینیاں مضمر ہیں جو آپ کے معتقدین نے آپ کی طرف سے کیں۔ آپ کے خیال میں یہاں پر تصغیر کا ترجمہ حذف کرنے میں واقعی کوئی خاص حکمت ہے یا یہ محض ایک عباراتی سا تساہل ہے؟ بچپن میں ہی قرآن کا ترجمہ عربی صرف و نحو کے ساتھ پڑھ لیا تھا اور عربی تفاسیر دسترس میں تھیں، سو اردو تراجم کو زیادہ دیکھنے یا ان کے زیادہ موازنہ کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ بس کبھی کبھی اچانک تراجم کی کچھ خوبیاں و کمزوریاں قصداً یا بلا قصد سامنے آجاتی ہیں۔ آپ کے ترجمہ کے اس مقام کی طرف جیسا کہ لکھا، بعض دوستوں نے ہی متوجہ کیا۔ متعلقہ تراجم پر کچھ اور اشکالات بھی ہو سکتے ہیں، جن میں سے خاص طور پر ڈاکٹر طاہر القادری کے ترجمہ میں "بریکیٹوں" کی کثرت کو خاص طور پر موضوعِ بحث بنایا جاسکتا ہے، لیکن وہ سب پہلو اس وقت ہمارا موضوع نہیں۔

اپنی رائے پورے شرحِ صدر کے ساتھ یہاں ذکر کر دی ہے جس سے ظاہر ہے کہ اختلاف کیا جاسکتا ہے۔ بات مختصر تھی مگر بحث کے بعض پہلو آپ کے سامنے لانا بھی ضروری تھے۔ آپ کی طرف سے وضاحت سامنے آجائے تو یہ شاید بہتر ہو گا، جواب کا انتظار ہے۔

والسلام

محمد عبداللہ شارق

خانقاہ و مدرسہ خواجہ عبید اللہ ملتانی، ملتان

مدیر: مرکز احیاء التراث، ملتان

(برائے تحقیق مخطوطات و اسلامی علمیات)

11 ستمبر 2024ء

ای میل ایڈریس: mitmultan@gmail.com